ہماری اخلاقی صحت کا حال

اور

دعوتِ اصلاح

(نعیم صدیقی)

قرآن نے حیاتِ اجتماعی کے عروج و زوال کا جو فلسفہ ہمیں سکھایا ہے وہ مادہ پرستانہ نظریوں کے خلاف ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ ایک قوم کی سرگرمی، جدوجہد، ترقی اور نشوونما ساری کی ساری اصلاً اس کی اخلاقی صحت پر منحصر ہے۔ جب یہ اخلاقی صحت برباد ہو جاتی ہے تو جمود اور زوال کا دور آتا ہے، اور اخلاقی پستی جب انتہا کو پہنچتی ہے تو ایک قوم بالکل ختم ہو کے رہ جاتی ہے۔ ایک اصولِ حق کی شعوری محبت، ایک پاکیزہ نصب العین کی لگن، احساسِ ذمہ داری، نظم و ضبط، دیانت و راست بازی، مساوات و اخوت، توازن و عدل، وحدت و تعاون وغیرہ کی بیش قیمت اخلاقی قدریں کسی انسانی گروہ میں جتنی زیادہ فروغ پاتی ہیں اس کی سرگرمی، جدوجہد، اس کی رفتارِ پیدائش دولت، اس کی دفاعی قوت کی ترقی اتنی ہی روز افزوں ہوتی ہے، اور دوسری طرف یہ قدریں جتنی کمزور اور مضمحل ہوتی ہیں معاشی اور دفاعی قوت بھی اتنی ہی کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔ علم، تہذیب، معاش، دفاع اور بین الاقوامی اثر، پانچوں شعبوں میں حیاتِ اجتماعی کی پیش قدمی کا پورا انحصار اخلاقی قدروں کی مضبوطی پر ہے۔ جس قوم کے اخلاق کو گھن لگ رہا ہو اسے چاہے کتنے اچھے دماغی اور عبقری فراہم کر دیجیے، اس کے خزانوں میں چاہے کتنا ہی سونا چاندی بھر دیجیے، اس کے لئے کیسے ہی شاندار میزانیے بنائیے اور منصوبہ بندیاں کیجیے، اس کے لیے کیسے ہی اعلیٰ درجے کے مشینی اسلحہ خرید لائیے، وہ کبھی بھی زندگی کی دوڑ میں آگے نہیں بڑھ سکتی۔ ایک اخلاق باختہ قوم کا حال بالکل ایک بخار زدہ مریض کا سا ہوتا ہے کہ آپ اسے زرق برق لباس پہنا کر، اس کے بدن پر چمکیلے ہتھیار سجا کر اور

اس کی قوت و عظمت کا پروپیگنڈا کر کے اس کو کسی طرح ایک صحت ور شخص کے برابر نہیں کر سکتے۔ اخلاقی انحطاط اگر اپنا کام کر رہا ہو تو قومی زندگی کے ظاہری پہلو چاہے کتنے ہی شاندار بنا دیے جائیں حقیقی قوت کبھی ہاتھ نہیں آسکتی۔

ہم ایک ایسی قوم ہیں جو ایک طویل دورِ زوال اور پھر ایک روح فرسا زمانۂ غلامی سے گزر کر اپنے موجودہ مقام تک پہنچی ہے۔ تباہیوں اور خستہ حالیوں کی پیچ در پیچ منازل سے گزرتے ہوئے اس قوم نے اپنے اصول، اپنے مقاصد اور اپنی اخلاقی قدریں ضائع کر دی ہیں۔ یہ اپنے موقف سے اکھڑ چکی ہے، اس کا شیرازہ جس ڈورے سے باندھا گیا تھا وہ جگہ جگہ سے ٹوٹ چکی ہے، اور اس کے قلعہ کی اینٹوں کی درزوں میں سے جوڑ لگانے والا مسالہ نکل چکا ہے۔

حقائق سے چشم پوشی ہم جس اخلاقی زوال سے دوچار ہیں اسے اپنی اور دوسروں کی نگاہوں سے چھپانے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں ہم نے اختیار کر رکھی ہیں۔ ہم مریض ہیں، لیکن اپنے مرض کا علاج کرنے کے بجائے ہم نے مرض کے اخفا کے مختلف طریقے ایجاد کر لیے ہیں۔ ہم اپنے اخلاقی زخموں پر ریشمی پردے ڈالے ہوئے ہیں، ہم نے اپنی سیرت کے برص کے داغوں کو برسوں سے ڈھانک رکھا ہے، ہم نے اپنے کیرکٹر کے رستے ہوئے ناسوروں پر نمائش کی پٹیاں باندھ رکھی ہیں۔ ہم اپنی آہوں کو تبسم میں بدل لینے کے فن میں پختہ مشق ہو چکے ہیں۔ ہم اپنی کراہوں کو نعرہ ہائے تکبیر میں بدلنے کا آرٹ خوب اچھی طرح سیکھ چکے ہیں۔ ہمیں اگر کسی طرف سے اپنے مہلک امراض کا احساس ہونے لگتا ہے تو ایسے موقعوں پر ہم خوش خیالیوں کی افیون گھول کر پی لیتے ہیں اور پھر دنیا و مافیہا سے غافل ہو کر سمجھتے ہیں کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔

عام حالات میں ہماری اخلاقی زندگی کی حالتِ مرض اتنی زیادہ نمایاں نہیں ہوتی کہ ایک عامی کی نگاہ بھی اسے محسوس کر لے، بلکہ بسا اوقات بڑے بڑے نباض دھوکے میں پڑے رہتے ہیں۔ بلاشبہ مرض کے جراثیم ہمارے اجتماعی جسم کے رگ و پے میں مستقل چھاؤنیاں ڈالے پڑے ہیں اور برابر جسم کی قوت کو تحلیل کر رہے ہیں، لیکن یہ کچھ اس طرح ہمارے جسم کا جزو بن چکے ہیں کہ ہمیں ان کی خطرناکیوں کو

کوئی خاص احساس نہیں ہوتا۔ کون نہیں جانتا کہ خیانت ہمارے نظامِ اجتماعی میں چپے چپے پر اپنے اڈے جمائے بیٹھی ہے، کون نہیں جانتا کہ رشوت کی جونکیں ہمارے ایک ایک ریشے سے خون چوسنے میں مصروف ہیں، کسے نہیں معلوم کہ ضمیر فروشی نے ہر کوچہ و بازار میں نیلام گھر کھول رکھے ہیں، کس کی آنکھوں پر یہ واضح نہیں کہ جاہ طلبی آکاس بیل بنی ہوئی ہمارے شجرۂ ملت پر مسلط ہے؟ —— یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے، لیکن ہم اس کا عام حالات میں کوئی احساس نہیں کرتے، بلکہ ان حالات کو بالکل معمولی اور فطری سمجھتے ہیں، اور ان کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ انھیں دیکھ کر کبھی کوئی اضطراب نہیں ہوتا۔ پوری قوم جن جونکوں کو اپنا خون پلاتی ہے اور دق کے جن جراثیم کو اپنے پھیپھڑوں کا گوشت اور اپنی ہڈیوں کا گودا کھلاتی ہے اور جن سانپوں اور ناگنوں کو اپنی چھاتیوں کا دودھ پلا پلا کر آستین میں پالتی ہے، ان کی ساری کرم فرمائیوں کے باوجود پھر بیازمندی بھی کرتی ہے۔ یوں اخلاقی مفاسد ہماری زندگی کا لازمہ بن کر پلتے ہیں اور برابر انڈے بچے دیئے چلے جاتے ہیں ہمیں اس پر کوئی اضطراب نہیں ہوتا۔

آزمائشی مراحل

ہاں مگر جب کبھی قوم کسی غیر معمولی صورتِ حالات کا سامنا کرتی ہے اور کسی اہم مرحلے سے گزر رہی ہوتی ہے تو اس کی اخلاقی کمزوریاں بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہیں اور پھر کسی کے لئے ممکن نہیں رہتا کہ اپنے آپ کو دھوکے میں رکھ سکے۔ حوادث کا بے رحم ہاتھ جب ہمارے ظاہر کے سارے خوشنما پردے الٹ کر ہمارے باطن کو بالکل عُریاں کر دیتا ہے اور ایک ایک داغِ سینہ بالکل آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے تو کم سے کم ایک لمحے کے لئے ضرور ہمیں یہ محسوس ہو جاتا ہے کہ ہم کسی خوفناک مصیبت کا شکار ہو رہے ہیں۔

پہلی آزمائش

آج سے چار سال قبل جب دو قومی تصادم کی غیر معمولی صورتِ حالات پیش آئی تو اس نے ہماری اخلاقی صحت کی پوری حقیقت کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ ہندو مسلم فسادات نے پہلی مرتبہ خوب اچھی طرح اس حقیقت کو نمایاں کر دیا کہ اپنے اصول و اخلاق کے لحاظ سے خدا اور رسول اور قرآن پر ایمان رکھنے والی قوم اپنی حریف قوم سے کسی درجے میں بھی برتر نہیں ہے۔ اس ملت گیر حادثے میں ہماری پستیوں کو اجاگر کرنے والے کارنامے یہ تھے:

۱- جہاں کہیں مسلمان قلیل تعداد میں تھے اور انھوں نے مظالم کا طوفان اُمڈتے دیکھا وہاں کٹ مرنے کا جذبہ پیدا ہونے کے بجائے زیادہ تر ہراس کی لہر تھی جو فضا میں پھیل گئی اور اس ہراس کی لہر نے رہی سہی قوت کو مضمحل کر دیا۔

۲- جہاں کہیں مسلمانوں نے غیر مسلم اقلیت کو اپنے سامنے بے بس پایا وہاں انھوں نے دوسرے علاقوں کے مظلوم مسلمانوں کا پوری بے دردی سے انتقام لیا، حالانکہ انتقام کی یہ صورت ایک مسلمان قوم کو زیب نہیں دیتی۔

۳- بوڑھوں اور بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی جو ذلیل کارروائی غیر مسلموں نے انجام دی، ٹھیک اسی کو مسلمانوں نے بھی اختیار کیا۔

۴- اغوا اور زنا اور عورتوں کو ننگا کرنے اور ان کے ساتھ ہر طرح کی بدسلوکی کرنے میں مسلمان بالکل غیر مسلموں کی سطح پر پائے گئے۔

۵- اس پورے "جہاد" میں امامت قوم کے غنڈوں اور اوباشوں کے ہاتھ میں رہی جن کے لئے ناممکن تھا کہ وہ کسی اخلاقی حد پر جا کر رک سکتے۔

۶- مسلمانوں کے اندر بعض ایسے "خادم" موجود پائے گئے جنھوں نے اسلحہ کے لئے چندے جمع کر کے کھا لئے اور وہ بھی کہ جنھوں نے قوم کو مصیبت میں گھرے ہوئے پا کر اسلحہ سے کھل کر نفع اندوزی کی۔

۷- قوم کے سامنے ایسے لیڈروں کو حالات نے بالکل نمایاں کر دیا جو اپنی جانیں ہی نہیں، اپنے مال بلکہ اپنے کتے تک لے کر بھاگ کھڑے ہوئے اور جن عوام کی وہ لیڈری کیا کرتے تھے ان کو عین سیاسی ہڑبونگ کے اندر گھرا ہوا چھوڑ دیا۔

یہ موقع تھا کہ جو لوگ قوم کے خادم ہونے کے یا قوم کی قیادت کے دعویدار تھے یا جن کو قوم نے اقتدار کی کرسیوں پر بٹھا رکھا تھا، وہ اپنی اجتماعی زندگی کے انتہائی خطرناک اخلاقی پہلوؤں کا جائزہ لیتے اور اصلاحِ حال کے لئے طویل منصوبہ بندی کر کے پتہ ماری کا کام ہاتھ میں لیتے لیکن ایسے خادم، ایسے لیڈر اور ایسے حکمران کہیں نہ تھے۔ یہ موقع آیا اور گزر گیا۔

دوسری آزمائش پھر غیر مسلموں کے ترکِ وطن سے ایک اور آزمائشی گھڑی نمودار ہوئی۔ پنجاب، سندھ، اور سرحد سے غیر مسلموں کے گروہ کے گروہ گھبراہٹ کی حالت میں نکل نکل کے واگہ سے پار چلے گئے اور اُن کے اموالِ متروکہ ہمارے قومی اخلاق کے لئے کسوٹی بن گئے۔ مالِ مفت کی یہ گنگا جب بہہ رہی تھی تو ہماری قوم کے امیروں اور غریبوں، شریفوں اور رذیلوں، لکھے پڑھوں اور اَن پڑھوں میں سے ہر کوئی اس گنگا سے ہاتھ رنگنے کی مسابقت میں شریک تھا۔ بڑے بڑے پارسا تک اپنی پارسائی کا جبّہ اتار کر اس حمام میں ننگے ہو گئے۔ اس میکدے کے جب دروازے کھلے تو رندِ بیچارے تو رند تھے شہر کے قاضی و محتسب بھی اپنے اپنے جام تھامے آموجود ہوئے۔ شاید ایک فی صدی، شاید دو فی صدی یا شاید زیادہ سے زیادہ پانچ فیصدی افرادِ قوم ایسے ہوں گے کہ خوانِ یغما کی اس لوٹ سے کوئی حصہ پائے بغیر رہ گئے ہوں۔ اموالِ متروکہ نے تو ہماری قوم کی اخلاقی صحت کو بالکل ناپ کے دکھا دیا کہ یہاں کیا حال ہو چکا ہے۔

تیسری آزمائش پھر ایک تیسری آزمائش مہاجرین کی ایک کثیر تعداد کے وارد ہونے سے پیدا ہوئی۔ اس آزمائش نے ہمارے داخلی مفاسد کو اور زیادہ کھول کر رکھ دیا۔ اس موقع پر ہمارے اجتماعی جسم کو روگ لگانے والے خطرناک جراثیم جن واقعات کے ذریعے بالکل نمایاں ہو گئے وہ یہ تھے:۔

۱۔ مہاجرین کے کیمپوں کا نظم و نسق چلانے والے کارکنوں نے ہر قسم کی بدعنوانیاں کیں بعض لوگوں نے مہاجرین کے لئے باہر سے آئی ہوئی امدادی اشیا میں سے اپنا حصہ اڑایا، مہاجرین کے بچوں اور بیماروں کے لئے آنے والے دودھ میں سے "ٹیکس" وصول کیا اور پھر مظلوموں کی عزتِ نفس کو طرح طرح سے کچلا گیا۔

۲۔ نوجوان بے فکروں کے غول کیمپوں میں جا کر کوئی خدمت انجام دینے کے بجائے بسا اوقات مہاجرین کی بہو بیٹیوں کو تاکتے پھرے ہیں۔

۳۔ بعض جماعتوں کے تحت جن رضاکاروں نے مہاجرین کی خدمت کا کام سنبھالا، انھوں نے

قومی فنڈز کو بے تحاشا دودھ کے ڈبوں، بسکٹوں، پیسٹری اور پھلوں پر خرچ کر کے اپنے لیے ایک ہنگامۂ تفریح پیدا کرنے کا اہتمام کیا، درانحالیکہ ان کے کیمپوں کے چاروں طرف نو وارد مہاجرین آ آ کے مر رہے تھے اور ان کی لاشوں کو اٹھوانے تک کا انتظام نہ تھا۔

۴۔ مہاجرین کو مبتلائے مصیبت پا کر ہماری "قومی جونکوں" کی رگِ رشوت ستانی پھڑک اٹھی اور انھوں نے الاٹمنٹوں پر اور کسی جگہ منتقل ہونے کے لئے ذریعۂ سفر مہیا کرنے پر خوب نذرانے وصول کئے، بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مہاجرین کے بچوں کے جنازے پڑھنے، انھیں ضروری مقاصد کے لئے عرضیاں لکھ کر دینے اور ان کو کسی دفتر تک پہنچنے کا راستہ بتانے تک کا معاوضہ طلب کیا گیا۔

۵۔ خود مہاجرین نے مکان اور زمینیں حاصل کرنے کے لئے بری طرح مسابقت، باہمی حق ماری اور اوچھے پن سے کام لیا، اپنی سابق مالی حالت کے متعلق کھلے کھلے جھوٹ بولے، اپنی جائدادوں اور کاروبار کے متعلق صریحاً غلط بیانات دیئے، اور پھر جو پہلے آ گیا وہ بہتر سے بہتر اور وسیع سے وسیع عمارت پر قبضہ کر کے بعد میں آنے والے کا راستہ روک کر بیٹھ گیا۔

یہ واقعات بھی ہماری آنکھوں کے سامنے بڑے سے بڑے پیمانے پر نمودار ہوئے، ہمیں وقتی طور پر ان کا بشدت احساس ہوا، لیکن ہمارے احساس نے آنکھ جھپکنے کے بعد پھر موند لی اور خوابِ خرگوش کی حالت پھر قائم ہو گئی۔

چوتھی آزمائش اس کے بعد پنجاب میں سیلاب کی آمد نے ایک مرتبہ پھر ہمیں بتایا کہ ہم کس پانی میں ہیں۔ سیلاب کی آمد پر جو کمزوریاں ابھر کے سامنے آئیں وہ یہ تھیں:-

۱۔ لاکھوں عوام جب سیلاب بلا کا شکار ہو رہے تھے تو لاہور شہر میں ایک ایسا سنگ دل طبقہ بھی موجود تھا کہ مصیبت زدوں کی مدد کے لئے تو وقت اور مال صرف کرنے پر تیار نہ تھا، لیکن سیلاب کے منظر سے لطف اندوز ہونے کے لئے اور لوگوں کی بربادی کا تماشا کرنے کے لئے بیوی بچوں تک کو کاروں پر لاد کر گھما رہا تھا۔

۲۔ پھر یہ عبرتناک سماں بھی دیکھا گیا کہ لوگ جانیں بچا کر گھروں سے جب نکل گئے تو چور اچکے

میدان میں آگئے اور سیلاب زدہ گھروں میں گھس کر سامان نکالنے کی وارداتیں ہونے لگیں۔ اس کے سدباب کے لئے حکومت کو خاص فکر کرنی پڑی۔

۳۔ اسی مصیبت کے دوران میں یہ پرانا مرض بھی اور نمایاں ہوگیا کہ سیلاب زدگان کی خدمت کرنے والوں میں اکثریت ان افراد اور ان جماعتوں کی تھی جنہوں نے اگر ایک روپے کا کام کیا تو اس کے ساتھ لازماً دس روپے کا ڈھنڈورہ پیٹنے کا سامان بھی کیا۔ بعض تو ایسے بھی تھے جو یہ ساری تگ و دو بالکل انتخاب کو نشانہ بنا کر رہے تھے اور ان کی مختلف حرکات سے یہ "نیتِ نیک" بالکل ٹپکی پڑ رہی تھی۔

۴۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ سیلاب زدگان کی امداد کے لئے جو نقدی اور سامان جمع ہوتے رہے ان میں خیانت کی گئی۔ پھر خیانت کے عام روگ کی وجہ سے چندے اور سامان دینے والوں کو عام طور پر یہ بھروسہ نہیں ہوتا تھا کہ ان کا دیا ہوا جو کچھ ہے وہ ٹھیک مستحقین تک پہنچے گا۔

۵۔ حکومت کا یہ کارنامہ بھی یادگار رہے گا کہ اس نے مسلم لیگ کو جو سہولتیں اور مراعات امدادی مہم کے لئے بہم پہنچائیں، دوسری جماعتوں کو نہ صرف یہ کہ ان سے محروم رکھا بلکہ بسا اوقات ان سے کسی طرح کا تعاون کرنے یا ان کی کسی ضرورت کو پورا کرنے سے انکار کر دیا۔ کرم اتنا ہی ہوتا تو بھی غنیمت تھا دوسری جماعتوں کے کارکنوں کو ستایا گیا اور ان کی جمع کردہ قربانی کی کھالیں چھینی گئیں۔ یہ ہمارے حکمرانوں کا حال تھا کہ ان کو سیاسی رقابت کے احساس نے ایک مصیبت عام کے لمحے بھی نہ چھوڑا۔

یہ گھڑی بھی آئی اور گزر گئی۔ حالات وہیں رہے جہاں تھے۔

پانچویں آزمائش ان سارے حوادث میں عبرت کے جو مناظر موجود تھے، ان پر سے اندھوں کی طرح گزر جانے والی قوم کو آخر کار ایک اور آزمائش کی کسوٹی نے پرکھا اور اسے اور زیادہ وضاحت سے بتا دیا کہ تجھ میں کھوٹ کتنا ہے اور کھرے مال کا تناسب کیا ہے۔

یہ آزمائش صوبہ پنجاب کے انتخابات ۱۹۵۱ء کی آزمائش تھی۔

انتخابات پنجاب نے تو ہماری رہی سہی قلعی بھی کھول دی ہے، اور یہ ایک ایسی ہمہ گیر آزمائش تھی

جس نے حکمرانوں، سرکاری کارکنوں، سیاسی لیڈروں، جماعتوں کے رضاکاروں، اخبارات کے ایڈیٹروں، مذہبی رہنماؤں، برادریوں اور محلّوں کے چوہدریوں اور صوبے کے عام شہریوں میں سے ہر ایک کے ذہنی، روحانی اور اخلاقی روگ کھول کھول کے ہر نگاہِ بینا کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ یہاں ہم قوم کے ان سارے عناصر کے اخلاقی مظاہروں کا تذکرہ کرتے ہیں جو انتخابات کے پردہ میں پیش کئے گئے۔

(۱) ہمارے حکمرانوں نے اپنے جس اخلاق کو نمونہ بنا کر قوم کے سامنے رکھا اس کے قابلِ توجہ پہلو یہ ہیں:-

ا ـــــــ ہمارے صوبے (بلکہ مرکز تک) کے حکمرانوں نے حکومت کے عہدوں پر قابض رہتے ہوئے مسلم لیگ کی خاص طور پر سرپرستی کی، اس کے لئے پروپگنڈا کیا، عوام کو اس کے حق میں ووٹ دینے کی تلقین کی، اور اس سلسلے میں جتنا کچھ ظاہر میں ہوا اس سے کئی گنا زیادہ پس پردہ ہوا۔

ب ـــــــ انتخابات کے لئے جو قوانین اور ضابطے بنائے گئے اور جو اسکیم وضع کی گئی اس میں خاص طور پر مسلم لیگ کی ضروریات اور اس کی کامیابی کے تقاضوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا۔

ج ـــــــ مختلف امیدواروں کے بکسوں کے لئے ایک دوسرے سے کھلم کھلا ممیز رنگ مقرر کرنے کے بجائے دھندلے، مرکب، مغالطہ انگیز اور مشابہ رنگ اختیار کئے گئے اور خاص طور پر جماعت اسلامی کے براؤن بکس کے ساتھ جو سرخ بکس صوبے کے ہر پولنگ بوتھ پر رکھا گیا وہ ووٹروں کے لئے بے حد مغالطہ انگیز تھا اور واقعۃً اس سے جماعت اسلامی کے اندازاً ۵ فیصد ووٹروں کو مغالطہ ہوا۔

صوبے اور ملک کے چوٹی کے مصلحین کا جب یہ حال ہو تو نیچے اس کا جو اثر ہونا چاہیئے وہ ظاہر ہے۔

(۲) سرکاری کارکنوں نے اپنے اخلاق کا مظاہرہ یوں کیا:-

ا ـــــــ بعض موقعوں پر کھلم کھلا کسی ایک جماعت (خصوصاً مسلم لیگ، اور اس سے کسی قدر کم درجے پر جناح لیگ) کی جانبداری کی، اس کے حق میں ووٹ ڈلنے کے لئے واضح طور پر یا اشارۃً ووٹروں سے مطالبہ کیا، بصورتِ دیگر ووٹروں کو پریشان کیا گیا۔

ب ـــــــ ووٹرز کے حقوق کی بہم رسانی میں تساہل سے کام لیا، مثلاً بعض مقامات پر ووٹروں سے

اپنے نام کے جعلی ووٹ ڈلوائے جانے پر ٹنڈر ووٹ بنوانا چاہا اور ان کو ٹال دیا گیا۔ یا کم سے کم یہ ہوا کہ بعض جگہ کافی زوردار مطالبہ کے بعد ان کو ان کا یہ حق دیا گیا۔

ج ——— ملک کی تعلیمی حالت کی پستی کی وجہ سے بہت سے ووٹر پولنگ بوتھ پر ضابطے کی رہنمائی کے محتاج بن کے سامنے آئے لیکن سرکاری عملے نے ان کی رہنمائی کا حق ادا نہیں کیا۔

د ——— جعلی ووٹر بار بار اور بکثرت ووٹ ڈالتے رہے اور اکثر اوقات عملہ ان کی روش پر ہنس کر بات ٹال دیتا رہا اور جانتے بوجھتے ان پر جرح نہ کی گئی، پھر اگر مشکوک یا صریحاً جعلی ووٹروں کا معاملہ پیش کیا گیا تو نوٹس لینے سے گریز کیا گیا۔ پھر اگر مطالبے پر گرفتاریاں کی گئیں تو گرفتار شدگان میں سے اکثر کو چھوڑ دیا گیا اور بہت ہی کم تعداد ایسی تھی جنھیں قانون کے حوالے کیا گیا۔

ر ——— کتنے ہی حلقوں میں ووٹروں خصوصاً عورتوں کے ہاتھوں سے ووٹ چھین لیے گئے اور یہ کارروائی سیاسی کارکنوں ہی کی طرف سے نہیں، بلکہ پولنگ اسٹیشن پر کام کرنے والے عملے نے بھی سرانجام دی ہے۔

س ——— عورتوں کے لیے بہت ہی کم مقامات پر پولنگ کے لیے پردے کے تسلی بخش انتظامات سرکاری عملے نے کیے۔ بالعموم فضا بے پردگی کی تھی۔

(۳) محلوں اور برادریوں کے چوہدریوں نے انتخابات میں جو پارٹ ادا کیا اس کے دو پہلو خاص تھے:۔

ا ——— انتخاب کے قریب آنے پر ہر سربراہ کار اور چوہدری اپنے اپنے ووٹروں کے ریوڑ کو سمیٹ کر منڈی کے چکر لگانے لگا اور اپنی بھیڑوں بکریوں کی گنتی بتا بتا کر باقاعدہ سودے کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بارہا ایسا ہوا کہ پہلے کسی ریوڑ کے گڈریے نے ایک طرف معاملہ کیا اور اپنی بھیڑ بکریوں کو ہدایت کی کہ وہ فلاں کو ووٹ دیں، لیکن جب اُدھر سے معاملہ بگڑ گیا یا دوسری طرف قیمت زیادہ ملنے لگی تو اسے اپنی امت کے لیے نیا حکم جاری کرنا پڑا۔

ب ——— سربراہ کاروں اور چوہدریوں نے اپنے اپنے حلقۂ اثر کے ووٹروں کو جمع کر کے

ان پر دباؤ ڈالا اور ان کو دھمکایا کہ اگر اِدھر اُدھر ہوئے تو عاقبت خراب ہوگی بخاص طور پر مالکانِ زمین نے اپنے مزارعین کی آزادیٔ رائے کا گلا گھونٹنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اسی طرح مستاجروں نے اپنے اجیروں اور آقاؤں نے اپنے ملازموں کو ہانک کر جس امیدوار کے حوالے کرنا چاہا، کر دیا۔

(۴) مختلف جماعتوں اور امیدواروں کے انتخابی کارکن جو اکثر زر خرید تھے ان کی حسبِ ذیل کارروائیوں کے اثرات قوم کی اخلاقی صحت کے لئے بہت دور رس ثابت ہوں گے:۔

ا ـــــــ یہ چونکہ بیشتر ان پڑھ اور بازاری قسم کے لوگ تھے، بلکہ ان میں اکثریت غنڈوں کی تھی، اس لئے ان کی طرف سے بہت گھٹیا زبان استعمال کی جاتی رہی، بہت ذلیل حرکات سرانجام دی گئیں، ووٹروں کو گھیرنے اور اغوا کرنے کی بری سے بری چالیں چلی گئیں۔

ب ـــــــ یہ لوگ پولنگ اسٹیشنوں پر جعل سازی کے باقاعدہ کارخانے قائم کر کے بیٹھ گئے ـــــــ بعض مقامات پر تو باقاعدہ "میک اپ سیلون" اور "ڈریسنگ روم" بھی بنائے گئے ـــــــ اور پھر قوم کے ہر ووٹر کو جوان میں آسکا غلط بیانی اور جعل سازی کی تعلیم دی، ایک ایک نوجوان کو کئی کئی باپوں کی اولاد بننے اور ایک ایک عورت کو کئی کئی شوہروں کی زوجیت کا شرف حاصل کرنے کے لئے باقاعدہ درس دئے۔

(۵) ہمارے ووٹروں کی اکثریت نے جس اخلاق کا ثبوت دیا وہ یہ تھا:۔

ا ـــــــ کل ووٹروں کا کچھتر فی صدی حصہ وہ تھا جس کو سرے سے انتخاب سے کوئی دلچسپی ہی نہ تھی اور یہ سوال کہ ملک کی باگ ڈور کس کے حوالے کی جانی چاہیے ان کے لئے کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا تھا۔ یہ لوگ اپنے کام کاج میں مصروف رہے یا گھروں میں بیٹھے رہے، اور انہی نے جعلی ووٹروں کو موقع دیا کہ وہ بیس بیس مرتبہ جا کے ووٹ دیں اور قلیل التعداد ہونے کے باوجود کثیر التعداد اصلی ووٹروں کی رائے کو بے اثر بنا کے رکھ دیں۔

ب ـــــــ جو لوگ ووٹ دینے کے لئے آئے، ان میں سے بھی بہت سے وہ تھے جو آئے نہیں تھے، لائے گئے تھے اور جنھوں نے ووٹ ڈال کر کسی نہ کسی پر احسان دھرا تھا اس کی

قیمت وصول کی ہے۔

ج ——— پھر جو لوگ خود آئے اُن میں بھی کوئی قطعی رائے قائم کرکے آنے والے کم تھے ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ انھوں نے پولنگ اسٹیشن پر جاکر یا تو اپنے آپ کو اس بات کے لئے چھوڑ دیا کہ کوئی آگے بڑھ کے انھیں استعمال کر لے یا پھر انھوں نے رخ ادھر کیا جدھر بھیڑ زیادہ دیکھی۔ بعض کے ضمیر کی پستی کا حال یہ تھا کہ انھوں نے یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ایک شخص واقعی اہل اور قابل ہے، اپنا ووٹ ایک نااہل اور ناقابل کو اس دلیل کے ساتھ دیا کہ اہل اور قابل آدمی کی کامیابی کا چونکہ امکان نہیں لہٰذا ہمارا ووٹ ضائع جائے گا۔

د ——— ہمارے ووٹروں میں سے بے شمار ایسے بھی تھے جو بار بار وعدے کرکے مکرجاتے رہے اور آخر کار جدھر چاہا رخ کر لیا۔ وعدہ خلافی کے روگ سے بہت کم لوگ بچ سکے ہوں گے۔ یہاں تک کہ ہمارے سامنے ایسی قطعی مثالیں موجود ہیں کہ مسجدوں کے اماموں اور بڑے مذہبی قسم کے لوگوں نے ضمیر اور وعدے کے خلاف رائے دی ہے۔

س ——— ووٹروں میں بہت ہی قلیل تعداد ایسی ہوگی جو دباؤ اور دھمکی کا جم کر مقابلہ کرسکی ہو۔ بالعموم لوگوں نے اخلاقی قوت کے انتہائی ضعف کا مظاہرہ کیا ہے۔ حالانکہ ووٹ خفیہ ڈالا جانے والا تھا۔

ش ——— پھر وہ ہمارے ہی شہری اور قومی بھائی تھے جو بیس بیس، پچیس پچیس کی ٹولیاں بنا کر ایک حلقے کے سارے پولنگ اسٹیشنوں پر گھوم گئے اور اپنے "خریدار" کے ووٹوں کی تعداد میں ہزاروں کا اضافہ کر دکھایا۔ ان لوگوں کی پستی فطرت کا حال یہ تھا کہ انھوں نے فخریہ اس بات کا اظہار کیا کہ ہم نے بارہ یا پندرہ یا بتیس یا اکیاون مرتبہ ووٹ ڈالے ہیں۔

ص ——— خواتین ووٹروں کی اکثریت ایسی تھی کہ جس کے لئے پولنگ کا ہنگامہ ایک اچھا خاصا میلہ بن گیا تھا، یہ بھڑکیلے لباس پہن کر نکلیں اور نمایاں بے پردگی کے ساتھ، بلکہ بسا اوقات فحش حرکات کے ساتھ انھوں نے پولنگ اسٹیشن پر اپنا وقت گزارا۔

پھر یہ بھی اخلاقی انحطاط کا مظاہرہ تھا کہ اکثر زنانہ پولنگ اسٹیشنوں کو چاروں طرف سے تماش بینوں نے گھیرے رکھا تاکہ وہ اپنی ماؤں بہنوں کو آتے جاتے تاک سکیں۔

(۶) ہمارے اخبار نویس بھی اس کھیل میں اپنا پارٹ ادا کرنے سے کسی طرح قاصر نہیں رہے ملت کے ان ذہنی معلموں نے اخلاقِ حسنہ کی یہ یہ مثالیں قائم کیں :-

ا ——— ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو کہ جس نے کسی نہ کسی جاہ طلب فرد یا گروہ سے بالکل ویسا ہی معاملہ نہ کیا ہو جیسے حق مہر لے کر ایک عورت کسی مرد سے نکاح کا معاملہ کرتی ہے۔

ب ——— ان حضرات نے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانے، غیر موجود حالت کو موجود اور موجود حالت کو غیر موجود کر کے دکھانے کے فن کا "بے پناہ" مظاہرہ کیا ہے۔

ج ——— اپنے ممدوحین کی قصیدہ گوئی میں زمین کے قلابے آسمان کے ساتھ ملانے کے ساتھ ساتھ ان سے اختلاف رکھنے والوں پر وہ وہ بہتان تراشے ہیں اور ان کے لئے ایسے ایسے کلمات استہزاء استعمال کئے ہیں کہ ابتذال اور رکاکت کو وجد آ گیا ہوگا۔

(۷) امیدواروں اور انتخاب میں شریک ہونے والی جماعتوں ——— خصوصاً مسلم لیگ کی پروپیگنڈہ مشنری نے قومی ذہن کو بگاڑنے، جھوٹ اور بدگوئی کا زہر پھیلانے، الزام تراشی کا روگ لگانے، غلط فہمیوں کا دھواں چھوڑ کر عوام کے فکر کو پراگندہ کرنے کے لئے جو عظیم الشان اور جلیل القدر خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری تاریخ سیاست میں زریں حروف سے منقش ہونی چاہئیں۔

(۸) سیاسی لیڈروں اور امیدواروں نے انتخاب میں جو کھیل کھیلا ہے، وہ ایک اہم سبق آموز یادگار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ حضرات قوم کے سامنے اس دعوے کے ساتھ آئے تھے کہ تمہارے حکمران اور کارفرما بننے کے سب سے زیادہ اہل ہم ہیں، لیکن انھوں نے اس کا ثبوت ذیل کی کارروائیوں سے دیا ہے :-

ا ——— اوپر جتنے مفاسد کا تذکرہ کیا گیا ہے اُن سب کے اصل محرک اور بانی مبانی

اور سرپرست خود یہی حضرات تھے۔ انھوں نے ہر بداخلاقی کو اپنی انتخابی منصوبہ بندی میں خود شامل کیا، کارکنوں اور ووٹروں کو انھی نے ہر گمراہی کی چھوت لگائی اور یہی وہ اصل منبع ضلالت تھے جنھوں نے کرسیاں حاصل کرنے کے جوئے میں پوری قوم کی اخلاقی متاع کو داؤں بنا کر لگا دیا۔

ب ——— پھر یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے پاکستان کے عوام کو کہیں برادری کی عصبیت کا، کہیں پنجابی اور ہندوستانی کی کشمکش کا اور کہیں امیر اور غریب کے تنافر کا روگ لگانے کی ہر تدبیر اختیار کی۔

(۹) بحیثیت مجموعی قوم کی اسلامیت اور اخلاقی حس کا پول پوری طرح کھل گیا ہے کہ اُس کے سامنے جب ایک طرف علم و اخلاق کو اور دوسری طرف جہل و فسق کو رکھا گیا تو اس نے اپنا اجتماعی ووٹ علم و اخلاق کو نہیں جہل و فسق کو دیا۔

علاوہ بریں بداخلاقی کے اتنے ہمہ گیر انتخابی ہنگامے کو دیکھ کر ایسے حساس لوگ کہیں نہ ابھرے جو اصلاح کا عَلَم اٹھا کر اُس سیلاب کے سامنے کھڑے ہو جاتے، اور اگر یہ بھی نہ کر سکتے تو کم سے کم کوئی آنسو ہی بہا دیتے اور کوئی آہ ہی کر دیتے۔ یہ بھی قوم کے اخلاقی حس کے مردہ ہو جانے کی ایک خطرناک علامت ہے۔

موقعِ عبرت

اس مرحلے پر ذرا سکون سے حالات پر غور کیجیے۔

انتخابات کے ہنگامے نے ایک بار پھر آپ کا اندرونی اخلاقی حال کھول کر آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ خدارا اپنے رستے ہوئے ناسوروں، اپنے گندے داغوں، اپنے زہریلے پھوڑوں اور ان سے بہتی ہوئی پیپ سے آنکھیں چرا کر نہ نکل جائیے، اور خود فراموشی کی چینیا بیگم کا سہارا لے کر یا جذباتی پن کی مئے آتشیں کے جام چڑھا کر، یا خوش فکریوں کی معجونِ فلک سیر نوش فرما کر عبرت کے مواقع کو ضائع نہ کر دیجیے۔ ایک مرتبہ مردانہ وار ہمت کر کے اپنا حالِ زار اچھی طرح خود دیکھ لیجیے۔

یہ کمزوریاں، یہ امراض، یہ مفسدات جو آپ نے اپنے اجتماعی نظامِ جسمانی کے اندر پال

رکھے ہیں، ان کی پوری پوری تشخیص کر کے ان کے ازالے کی فکر کیجیے، ورنہ یہ داخلی دشمن قوتیں آپ کو ایک دن اچانک پچھاڑ کے رکھ دیں گی، اور پھر اپنے اوپر ماتم کرنے سے کچھ نہ بنے گا۔

جماعت اسلامی کا تعمیری پروگرام

جماعت اسلامی روزِ اول سے ان حالات کو پیشِ نظر رکھ کر قوم اور پھر پوری انسانیت کی اصلاح کا کام کرنے میں مصروف ہے۔ اس کے سامنے قوم کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر کے ساری دنیا کی اخلاقی فلاح کا پروگرام تھا جس کے تقاضوں کے تحت وہ عام سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے کنارہ کش ہو کر کئی سال تک اپنی داخلی تعمیر میں مصروف رہی۔ یہی پروگرام تھا جس کے پیشِ نظر اس نے جماعتی تنظیم کے مروجہ نقشوں اور سیاسی تحریکوں کے سطحی، نمائشی اور جذباتی مظاہروں کو ترک کر کے ٹھیک اسلامی طریق تنظیم اور اسلامی اندازِ تحریک کو اختیار کیا۔ یہی پروگرام تھا جس کے لئے اس نے توسیع کے مقابلے میں ہمیشہ استحکام کو ترجیح دی۔ پھر یہی وہ پروگرام تھا جس کو ساتھ لے کر وہ ہر مرحلے میں قوم کے سامنے اسلامی اخلاقیات کی پابندی کے ساتھ اپنا وقتی فرض ادا کرتے ہوئے شہادتِ حق دیتی رہی اور قوم کے سامنے عملاً یہ واضح کرتی رہی کہ ایک مسلمان کا طرزِ عمل کسی معاملے میں کیا ہونا چاہیئے۔ پھر یہی وہ پروگرام تھا جس کو اولین اہمیت دیتے ہوئے وہ انتخابات کے گندے میدان میں آئی اور اسی پروگرام کی خاطر اس نے اپنے اخلاقی اصولوں کی حفاظت کرتے ہوئے پنجاب اسمبلی کی سیٹوں کو قربان کر دیا، لیکن اس کے ایک ایک کارکن کا چہرہ اس احساس سے آج چمک رہا ہے کہ انتخابی ہنگامے میں انہوں نے عملاً یہ نمونہ دکھایا کہ ایک مسلم لیڈر کو، ایک مسلم نمائندے کو ایک مسلم پولنگ ایجنٹ کو، ایک مسلم سیاسی کارکن کو، ایک مسلم ووٹر کو کن حدودِ اخلاقی کا پابند ہونا چاہیے۔ پھر جماعت کا یہی پروگرام تھا جس نے ہر مرحلے میں جہاں ایک طرف قوم کے واقعی اسلام پسند اور صالح اور با اخلاق عناصر کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے وہاں اسلام سے بے نیاز اور اخلاقی حس سے محروم عناصر کو دور دھکیل دیا ہے۔

یہ ایک مختصر سا گروہ ہے جس کے سامنے قوم کی اخلاقی حالت کا یہ افسوسناک نقشہ ہے کہ

ہزار آدمیوں میں سے بمشکل ایک آدمی ایسا ملتا ہے جو کیرکٹر کا پختہ ہو، بقیہ اکثریت وہ ہے جسے آزمائش کا ہر لمحہ ایک بے رحم کسوٹی بن کر کھوٹا کر کے پرے پھینک دیتا ہے۔ اخلاقی تعمیر و اصلاح کا لمبا اور ادق کام کرنے کے لئے یہ طاقت میدانِ عمل میں موجود ہے۔ لیکن یہ صورتِ حال بڑی ہولناک ہے کہ اصلاح کرنے والے اس قلیل گروہ کے مقابلے میں جان بوجھ کر قوم میں اخلاقی بگاڑ پیدا کرنے اور بگاڑ پیدا کر کے وقتی طور پر ناجائز فائدے اٹھانے والوں کی ہوتی ہے۔ ہم اگر بھلائی کے فروغ کے لئے دس کی تعداد میں نکلتے ہیں تو برائی کے خادم سیکڑوں کی تعداد میں پھیل جاتے ہیں، ہم اگر معروف کی دعوت دینے کے لئے ایک روپیہ صرف کرتے ہیں تو منکر کے سرپرست اس دعوت کو بے اثر بنانے والے ہنگاموں میں ہزاروں کے وارے نیارے کر دیتے ہیں، ہم اگر تعمیرِ اخلاق کے لئے کچھ سامان فراہم کرتے ہیں تو قومی اخلاق کی تخریب کرنے والے اس سے بیس گنا زیادہ ذرائع و وسائل کے ساتھ آموجود ہوتے ہیں۔

یہ حالات ہمت آزما ضرور ہیں، مایوس کن نہیں ہیں۔ ہمیشہ ہر اصلاح پسند طاقت کو یہی حالات پیش آئے ہیں اور اصلاح کی صبح جب بھی نمودار ہوئی ہے اسی قسم کی طبق بہ طبق تاریکیوں کا سینہ چیر کر نمودار ہوئی ہے۔ ان کو ہم یہاں اس لئے واشگاف طور پر سامنے رکھ رہے ہیں کہ قوم کے جو افراد اجتماعی زندگی کی فلاح سے واقعی ہمدردی رکھتے ہوں اور جن کے دلوں میں درحقیقت عوام کے لئے کوئی خیرخواہی موجود ہو وہ اپنی ذمہ داریوں کا کچھ احساس کریں۔

ضرورت دو چیزوں کی ہے:

ایک یہ کہ جن لوگوں کی نگاہ میں قوم کی اخلاقی صحت کو بچانے کی کچھ بھی اہمیت ہو وہ آگے بڑھیں اور اس واحد منظم تحریک کا ساتھ دیں جو تعمیرِ اخلاق کا پروگرام اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ خصوصیت سے حساس نوجوانوں کو اس ذمہ داری کے لئے اپنے کندھے پیش کرنے چاہئیں۔ قوم کے اندر بڑے پیمانے پر اگر ایک منظم طاقت اس پر تُل جائے کہ وہ بداخلاقی کے سرچشموں کا سدِ باب کر کے دم لے گی اور اجتماعی زندگی کو ہر اخلاقی روگ سے پاک کر کے چھوڑے گی تو مفاسد کا فروغ رُک سکتا ہے۔ جماعت اسلامی کو ہر مرحلہ کا ہے سے گزرنے پر نئے کارکن برابر ملے ہیں اور تازہ انتخابی مہم سے گزرتے ہوئے بھی اس کی قوت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے، لیکن حالات اس سے بھی زیادہ قوت کے متقاضی ہیں۔

دوسرے یہ کہ قوم میں ایسی رائے عام اور خیر و شر کا اتنا شعور پیدا ہو جانا چاہیے کہ وہ خود یہ پہچاننے لگے کہ اس کی واقعی بھلائی چاہنے والے کون لوگ ہیں اور اس کو اخلاقی روگ لگا کر ناجائز فائدے اٹھانے والے عناصر کونسے ہیں۔ وہ اپنی اخلاقی صحت کا تحفظ کرنے کے لئے جرائیم کے اڈوں کا سدِّباب کرنے پر تُل جائے۔ وہ ان سیاست بازوں کے مقابلے کے لئے کیل کانٹے سے لیس رہے جو اس کے شہریوں کو صحیح تربیت دینے، ان کے فکر کی تعمیر کرنے اور ان کو شعور دلانے سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں اور ان کو بہکا کر، پُھسلا کر اور اُکسا کر اُن سے وقتی طور پر فائدہ اٹھا کے اپنی راہ لیتے ہیں۔

مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ؟ ہمارے سامنے بڑی بھاری کا لمبا کام ہے جسے کرنے پر کوئی دوسرا یہاں تیار نہیں۔ اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹانے کے لئے صرف وہی لوگ آگے بڑھیں جو برسوں ایک دہقان کے سے صبر کے ساتھ محنت کر سکتے ہوں اور آناً فاناً اپنی محنت کے نتائج وصول کرنے کے لئے جھولی نہ پھیلا دیں۔ یہ ایک ایسی مہم ہے جس کی کامیابی کا راستہ سیکڑوں ناکامیوں میں سے ہو کر گزرا ہے، لہٰذا یہ مہم اگر سر ہو گی تو ان عالی ہمت اور فراخ حوصلہ مردوں کے ذریعے ہو گی جنھیں ہر شکست اور زیادہ سرگرمِ عمل کر دے اور جو راستے کی ہر ٹھوکر کو ایک تازیانہ سمجھتے ہوئے اقدام کر سکیں۔

جب تک ہماری اجتماعی زندگی کی اخلاقی صحت مضبوط نہ ہو گی، اسلامی نظام کے قیام و نفاذ اور اس کے نشوونما و ارتقاء کا تو کیا سوال، خالص مادی حیثیت سے بھی ہم دنیا میں ایک کمزور قوم بن کے پڑے رہیں گے اور باہر کی چھیڑ سے اندرونی مفاسد کا کبھی ازالہ نہ ہو گا!

اس مہم میں ہمارا ساتھ دینے کے لئے کون آگے بڑھتا ہے؟